فتنہ انکار حدیث کے جدید اسلوب اور اس کا رد

☆ روبینہ اختر

قرآنِ مجید کے بعد حدیثِ نبوی ﷺ اسلامی احکام و تعلیمات کا دوسرا بڑا ماخذ ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ خود قرآن کو صحیح سمجھنا اور اس پر عمل کرنا بھی سنت و حدیث کی رہنمائی کے بغیر ممکن نہیں۔ اس کے باوجود بعض گمراہ لوگ حدیث کی حجیت کو مشکوک بنانے اور امت میں شبہات پھیلانے میں مصروف ہیں۔ وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ دین میں حجت صرف قرآن ہے، اور رسولِ اکرم ﷺ کا قول و فعل قابلِ اتباع نہیں۔

الحمدللہ علمائے امت نے ہر دور میں ان باطل نظریات کا مضبوط جواب دیا ہے۔ مگر چونکہ منکرینِ حدیث کی کتابیں آج کل عام ہو رہی ہیں اور بہت سے لوگ علماء کی صحبت اور صحیح علم سے دور ہیں، اس لیے وہ ان تحریروں سے متاثر ہو کر گمراہی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اسی ضرورت کو دیکھتے ہوئے یہ مختصر رسالہ تیار کیا گیا تاکہ عوام کو رہنمائی ملے اور شبہات کا ازالہ ہو سکے۔

موضوع کو آسانی سے سمجھنے کے لیے اسے چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

1. احادیث کی بنیادی اصطلاحات

2. تدوینِ حدیث کا تعارف

3. انکارِ حدیث کی مختلف صورتیں

4. منکرینِ حدیث کے اعتراضات اور ان کے جوابات

علم حدیث کی چند بنیادی اصطلاحات

- حدیث

جدید اور نئی چیز کو کہتے ہیں

اصطلاحاً جس کی نسبت اور اضافت نبی کریم ﷺ کی طرف ہو خواہ قول ہو یا فعل یا تقریر و سکوت یا صفت و خوبی ہو اس کو حدیث کہتے ہیں۔(۱)

ریسرچ اسکالر، جامعۃ المحصنات لاہور

- سنت

لغوی معنی: سنت کے لغوی معنی واضح راستہ، معروف راستہ اور سیرت کے ہیں

سنت اس راستے کو کہا جاتا ہے جس پر متواتر چلنے کی وجہ سے وہ صاف اور واضح ہو گیا ہو۔

سنت کا اصطلاحی مفہوم: اصطلاح میں سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم یا نہی یا کسی کام کے جائز قرار دینے کو کہتے ہیں۔

شریعت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول فعل اور خاموشی سب سنت میں داخل ہیں۔(۲)

- حدیث و سنت میں فرق:

اپنی اصل کے اعتبار سے لفظ سنت لفظ حدیث کا مترادف نہیں ہے سنت کا اطلاق اس کے اصل لغوی معنی کے لحاظ سے اس دینی طریقے پر کیا جاتا ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گامزن رہیں کیونکہ سنت کے لغوی معنی راستے کے ہیں لیکن لفظ حدیث عام ہے اور اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و اعمال بھی شامل ہیں اس کے برعکس سنت کا لفظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال کے لیے مخصوص ہیں۔

- حدیث و سنت کا مترادف ہونا:

یہ صحیح ہے کہ اکثر اوقات حدیث و سنت کے الفاظ کا اطلاق الگ الگ معنی و مفہوم پر بھی کیا جاتا ہے لیکن محدثین نے ہمیشہ ان دونوں کو مساوی و مترادف یا کم از کم قریب المعانی سمجھا ہے یہ بات اپنی جگہ بھی درست ہے اس لیے کہ عملی سنت اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے طور طریقے کا نام ہے جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکیمانہ اقوال و احادیث سے موثق و مؤید فرماتے تھے پھر یہ کہ حدیث و سنت دونوں کا ایک ہی موضوع ہے دونوں کا محور و مرکز مساوی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و اعمال ہیں حقیقت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال کی تائید کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و فرمودات کی تائید ہوتی تھی۔(۳)

- خبر

لغوی معنی: لغت میں نبأ یعنی کسی واقعہ کی اطلاع کو خبر کہتے ہیں۔ اسکی جمع اخبار ہے۔

اصطلاحی مفہوم: اصطلاح میں خبر کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

1. خبر حدیث کے مترادف ہے اور دونوں کا معنی ایک ہے۔
2. خبر حدیث کے علاوہ ہے حدیث تو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ہوتی ہے جبکہ خبر کی نسبت کسی اور کی طرف کی جاتی ہے۔
3. خبر حدیث سے عام ہے حدیث کی نسبت صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی جاتی ہے جبکہ خبر کبھی رسول اللہ سے منسوب کی جاتی ہیں کبھی کسی اور کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔

- اثر

لغوی معنی: لغت میں " بقیۃ الشیءِ" کو اثر کہتے ہیں۔ اسکے معنی نشان کے بھی ہیں۔ قدموں کے نشان کو بھی اثر کہتے ہیں۔

اصطلاحی مفہوم: اثر کے مختلف مفہوم بیان کیے گئے ہیں۔

1. اثر کا لفظ خبر اور سنت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔
2. عام طور پر صحابہ اور تابعین کی طرف منسوب اقوال وافعال کو اثر کہا جاتا ہے۔

عبد الحی لکھنوی لکھتے ہیں۔

(اثر مطلق طور پر وہ روایات ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابی یا تابعی سے مروی ہو یعنی مرفوع ہو موقوف ہو۔ سلف وخلف جمہور محدثین کا یہی خیال ہے)۔([4])

- سند

لغوی معنی: جس چیز پر اعتماد اور سہارا کیا جائے اس لیے کہ متن کا اعتماد اور سہارا اسی پر ہوتا ہے۔

اصطلاحی مفہوم: راویوں کا وہ سلسلہ جو متن تک پہنچاتا ہے۔

- متن

لغۃ: زمین، وہ قطعہ جو سخت مضبوط اور بلند ہو۔

اصطلاحاً: سند کے بعد والا وہ کلام جس تک سند پہنچتی ہے۔

- خبر احاد

لغۃ احاد جمع ہے احد کی جس کے معنی ہیں واحد یعنی ایک اور خبر واحد وہ ہے جسے ایک شخص روایت کرے۔

اصطلاحاً: خبر واحد وہ خبر ہے جس میں خبر متواتر کی شرطیں جمع نہ ہوں۔

- خبر متواتر

لغۃ: متواتر تواتر یتواتر تواتراً سے مشتق اسم فاعل کا صیغہ ہے بمعنی تتابع یعنی مسلسل اور لگاتار آنا۔

اصطلاحاً: وہ حدیث یا خبر جسے سنت کے طبقوں میں سے ہر طبقہ میں اتنے کثیر اور زیادہ راوی روایت کریں کہ عقل عادتاً یہ فیصلہ دے کے اتنے زیادہ راویوں کا اس حدیث کے اپنی طرف سے گھڑنے اور بنانے پر جمع ہونا اور متفق ہونا محال اور ناممکن ہے۔(۵)

احادیث کی قسمیں

مضمون کے اعتبار سے احادیث کی زیادہ سے زیادہ چار قسمیں ہو سکتی ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہیں۔

۱. قرآنی آیات کی موافق یا مترادف احادیث

ایسی احادیث جو قرانی آیات کے الفاظ اور ان کی مخصوص ترتیب کے اعتبار سے دونوں میں پوری مطابقت و یکسانیت پائی جاتی ہو ایسی احادیث قرآن سے ہم آہنگ ہونے کے باعث اس کی تائید و حمایت کرتی ہیں۔

۲. قرآنی آیات کی شارح احادیث

ایسی احادیث جو قرآنی اجمال کی تفصیل و تشریح، اس کے عموم کی تخصیص، اس کے مطلب و معنی کی تعین اور واقعاتی پس منظر کی وضاحت کرتی ہیں ان احادیث میں قرآنی آیات سے زائد مضمون پایا جاتا ہے۔

۳. قرآن سے زائد احکام و مضامین والی احادیث

ایسی احادیث جو مستقل ہیں اور کسی قرآنی آیت کی شرح و تفسیر یا تائید و حمایت میں وارد نہیں ہوئی ہیں یہ احادیث قرآن سے زائد مضمون اور احکام پر مشتمل ہے اور بظاہر قرآن ان سے خاموش ہیں سنت سے ثابت شدہ ان احکام کے بارے میں یہ کہنا بجا اور قطعی طور پر درست ہے کہ ان کی کوئی نہ کوئی اصل قرآن کریم میں ضرور موجود ہے خواہ ہم اپنی کم علمی کی بنا پر اس پر مطلع نہ ہو سکیں کیونکہ سنت قرآن کی شرح و تفسیر ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا یہ قول دلالت کرتا ہے:

"وَ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ" (6)

لہذا سنت میں ایسی کوئی چیز نہ ملے گی جس کے معنی پر قرآن اجمالا یا مفصلاً دلالت نہ کرتا ہو۔(7)

۴. مخالفِ قرآن احادیث

ایسی احادیث جو بظاہر قرآنی احکام سے متصادم معلوم ہوتی ہیں لیکن یہ تعارض حقیقی نہیں ہوتا بلکہ معمولی فکر و تدبر سے دفع کیا جاسکتا ہے چونکہ حدیث نبوی قرآن کریم کی شرح و تفسیر ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالی کے ارشاد (لتبین للناس مانزل الیھم) سے ظاہر ہے اور یہ بھی طے شدہ امر ہے کہ یہ بیان و تبیین من جانب اللہ بذریعہ وحی انجام پائی تھی پس جب قرآن اور اس کی شرح دونوں چیزیں ہی منجانب اللہ ہیں تو ان دونوں کا ایک دوسرے کے خلاف ہونا عقلاً محال ہے قرآن میں خود اللہ تعالی فرماتے ہیں:

"وَ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا8)

یعنی (اگر یہ کلام غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت سارے اختلافات پاتے)

- حدیث کے منزل من اللہ ہونے کا ثبوت

جس طرح قرآن حکیم وحی ہے اسی طرح حدیث بھی وحی ہے جو اللہ تعالی کی طرف سے نازل کی گئی ہے دونوں میں فرق صرف اتنا ہے کہ قرآن وحی جلی ہے اور حدیث وحی خفی ہے۔ حضرت مقدام بن مالک فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"سنو مجھے قرآن دیا گیا اور اس کے ساتھ اسی کے مثل ایک اور چیز (یعنی احادیث) بھی۔ سنو قریب ہے کہ ایک پیٹ بھرا آدمی اپنے گاؤ تکیے پر ٹیک لگائے ہوئے یہ کہے گا کہ تمہارے لیے قرآن کافی ہے تو جو قرآن میں تم حلال پاؤ اسے حلال سمجھو اور جو قرآن میں حرام پاؤ اسے حرام سمجھو سنو پا لتو

گدھا، نیش دار درندے اور کسی ذمی کا گرا پڑا مال اٹھالینا تمہارے لیے حلال نہیں الا یہ کہ اس کا مالک اسے بے نیاز ہو اور جو کوئی کسی قوم کے پاس جائے تو اس پر اس کی مہمان نوازی واجب ہے اگر وہ اس کی مہمان نوازی نہ کریں تو اس سے حق حاصل ہے کہ اپنی مہمانی کی مثل ان سے بذریعہ طاقت حاصل کریں".(9)

- حدیث کو حفظ اور بیان کرنے کی ترغیب

حدیث کی اہمیت کے پیش نظر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ان کے یاد کرنے اور دوسروں تک پہنچانے کی ترغیب دلائی ہے اور اس پر عمل کرنے والوں اور اس کی درس وتدریس میں مشغول رہنے والوں کے حق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہے۔

"عبد اللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ اس آدمی کو خوش وخرم رکھے جس نے ہم سے کوئی بات (حدیث) سن کر اس سے من وعن دوسروں تک پہنچایا بسا اوقات اصل سننے والے کی نسبت اس کے شاگرد اس بات کو زیادہ سمجھنے اور یاد رکھنے والے ہوتے ہیں(10)

وفد عبد القیس کے واقعے میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں چار چیزوں کا حکم فرمایا اور چار چیزوں سے منع کیا تو ارشاد فرمایا۔

"احفظوهن وأخبروابهن من وراء كم "

(اسے یاد کرو اور اپنے پیچھے والے لوگوں کو اس کے متعلق بتاؤ)۔(11)

- قرآن وسنت کا باہمی تعلق

قرآن وسنت شریعت کے دو بنیادی ماخذ ہیں دین کی احساس انہی دو چیزوں پر قائم ہیں اگرچہ حکم الہی ہونے کی اعتبار سے دونوں بجائے خود ایک ہی شئ ہیں لیکن کیفیت وحالت کے اعتبار سے یہ دو جدا شئ ہیں مگر اسکے باوجود ان دونوں کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا دونوں چیزیں دین کے قیام کے لیے یکساں طور پر ضروری اور اہم ہے ان کے درمیان روح اور قالب جیسا تعلق ہے لہذا ضروری ہے کہ دونوں کو دستور عمل اور حرز جاں بنایا جائے۔

- سنت کے بغیر قرآن فہمی مشکل

قرآن مجید ایک متن متین ہے جس میں بہت سے احکام واجمال اختصار کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں حدیث ان کی شرح وتفصیل بیان کرتی ہے بغیر احادیث کے ان مجمل قرآنی احکام کو سمجھنا اور ان آیات کا موقع و محل پہچاننا دشوار ہے قرآن قانون و قاعدہ مقرر کرنے والا ہے اور حدیث اس کی تشریح وتفصیل کرنے والی اور اسکی جزئیات وفروعات کھولنے والی ہے(12) قرآن فہمی کے لیے سنت واحادیث سے رہنمائی لینا ازحد ضروری ہے اس کے بغیر قرآن کریم کا منشا سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ممکن نہیں اس کا یہ مفہوم قطعاً نہیں کہ معاذ اللہ قرآنی احکام ناقص، نامکمل یا مبہم ہیں جن کے لیے نبوی توضیح لازم قرار دی گئی بلکہ اس کا مفہوم صرف اس قدر ہے کہ اللہ تعالی نے حسب ضرورت قانون کا ضروری حصہ خود بیان فرمادیا اور اس کی توضیح اپنے رسول کے ذریعے کرائی مثلا قرآن کریم میں یہ حکم بار بار ایا ہے کہ "واقیمو الصلوۃ و اتوالزّکوٰۃ".(13) مگر نماز کے اوقات، اس کی رکعات اور اس میں پڑھے جانے والے اذکار کی تفصیل کے بارے میں قرآن کریم خاموش ہے اسی طرح زکوۃ کس مال سے کس مقدار میں اور کب دی جائیں؟اس کی تفصیلات بھی قرآن حکیم سے نہیں ملتی یقیناان احکامات کے سلسلے میں سنت کی طرف مراجعت کی جائے گی۔(14)

حدیث رسول ﷺ کی تشریحی حثیت

شریعت اسلامیہ کا پہلا ماخذ قرآن کریم اور دوسرا ماخذ سنت وحدیث ہے اللہ تعالی نے اپنی قانون سازی میں یہ قاعدہ استعمال فرمایاہے کہ اس نے قرآن مجید میں مجمل احکام اور ہدایات دے کر یاکچھ اصول بیان کرکے یااپنی پسند وناپسند کا اظہار کرکے یہ کام اپنے رسول کے سپرد کیا کہ وہ نہ صرف لفظی طور پر اس قانون کی تفصیلی شکل مرتب کریں بلکہ عملاً اسے برت کر اور اس کے مطابق کام کرکے بھی دکھادیں یہ تفویض اختیارات کا فرمان خود قانون کے متن میں موجود ہے ارشاد باری تعالی ہے!

"وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیہم(15)(اور اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے یہ ذکر تمہاری طرف اس لیے نازل کیا ہے کہ تم لوگوں کے لیے واضح کردو اس تعلیم کو جو ان کی طرف اتاری گئی ہے)اس صریح فرمان تفویض کے بعد یہ نہیں کہا جاسکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قولی اور عملی بیان قرآن کریم کے قانون سے الگ کوئی چیز ہے یہ درحقیقت قرآن ہی کی روسے اس کے قانون کا ایک حصہ ہے.(16) قرآن مجید میں ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

"وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحیُ یوحیٰ(17)(

(اور وہ(نبی ﷺ) اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں بولتے وہ جو کچھ بولتے ہے اللہ کی طرف سے وحی ہوتی ہے).

"وما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا(18)

(اور اللہ کا رسول تمہیں جو کچھ دے وہ لے لو اور جن چیزوں سے منع کرے تم اس سے باز رہو)۔ لھذا ان آیات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ بولتے تھے وہ اللہ کی طرف سے ہی ان پر وحی کی جاتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی قرآن مجید کی مکمل تشریح ہے۔

- حجیت حدیث اور اسکے دلائل

قرآن کریم پر عمل علم حدیث پر موقوف ہے اور یہ امر حجت حدیث کے لیے صریح دلیل ہے کیونکہ قرآن کریم پر عمل کرنا فرض ہے جس کی فرضیت اور حجیت میں کوئی شک نہیں چونکہ قرآن کریم پر عمل حدیث پر موقوف ہے اور فرض کا موقوف علیہ (جس پر وہ منحصر ہو وہ) بھی فرض ہوتا ہے لہذا علم حدیث بطور حجیت فرض ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کے شارح ہیں اور قرآن کریم کی طرح حدیث بھی محفوظ ہے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث دین میں حجت ہیں اور یہ حجیت حدیث قرآن سے ثابت ہے جو شخص حجت حدیث نہیں مانتا وہ در اصل قرآن کریم کو نہیں مانتا۔

- دلائل......

قرآن مجید میں حجیت حدیث کے بہت سے دلائل موجود ہیں جن میں سے چند دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

1. ارشاد باری تعالی ہے!

"رسلاً مبشرين و منذرين لئلا يكون للناس على الله حجة بعد الرسل"(19)

(ان سب رسولوں کو ہم نے خوشخبری دینے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ رسولوں کے آنے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے خلاف کوئی اعتراض باقی نہ رہے)

لہذا آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے رسولوں کو لوگوں پر حجت بنا کر بھیجا لیکن رسولوں کی ذات بطور ذات حجت نہیں بلکہ وہ رسالت کی جس صفت سے متصف ہیں وہ حجت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں آپ کی تمام احادیث داخل ہیں مذکورہ آیت میں کتاب اللہ کا ذکر نہیں کیونکہ رسالت وحی جلی اور وحی خفی دونوں کو شامل ہے لہذا معلوم ہوا کہ جو شخص حدیثِ رسول کو حجت نہیں مانتا وہ اس آیت کریمہ کا بھی منکر ہے۔

2. ایک اور جگہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

"و ما كنا معذبين حتى نبعث رسولاً".(20).(اور ہم ہر گز عذاب نہیں بھیجتے حتی کہ کوئی رسول بھیج دیں)۔

یعنی اللہ تعالی پہلے رسول مبعوث کرتا ہے اور اگر کوئی قوم رسول کی نافرمانی کرتی ہے تو پھر اللہ تعالی اس نافرمان قوم پر عذاب بھیجتے ہیں اللہ تعالی رسول کی رسالت کو ان پر حجت بناتا ہے اگر وہ اس حجت سے انکار کر دیں تو اللہ تعالی ان پر عذاب نازل کرتا ہے۔

3. ارشاد ربانی ہے!

"ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدیٰ و يتبع غير سبيل المومنين نوله ما تولّٰى و نصله جهنم"(21)

(اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس کے لیے سیدھا راستہ خوب واضح ہو چکا اور مومنوں کی راہ کے علاوہ کسی دوسری راہ پر چلنے لگے تو ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرے گا اور اسے جہنم میں داخل کریں گے)

اس آیت میں صرف رسول اور اس کی ہدایت کا ذکر کیا گیا ہے کتاب اللہ کا ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ مشاقہ دراصل عملی مخالفت کو کہا جاتا ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اعمال کیے ہیں اگر کوئی شخص ان کی مخالفت کرتا ہے تو اس کے لیے وعید اور تخویف ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال احادیث میں مذکور ہیں اور کتاب اللہ اور حدیث دونوں ہدایت کے سرچشمے ہیں اس ہدایت کی خلاف ورزی جہنم میں داخل ہونے کا سبب بنتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال اور ہدایت کی مخالفت کرنے والا اس کی حجت سے انکار کرتا ہے لہذا منکرین حجیت حدیث اس آیت کے منکر ہیں۔

4. ارشاد باری تعالیٰ ہے!

"لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنة لمن كان يرجوالله واليوم الاخر" (22). بلاشبہ تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے ایسے شخص کے لیے جو اللہ تعالی اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو)

اس آیت میں لفظ 'اسوۃ حسنہ' ایک جامع لفظ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی کو محیط ہے اس میں آپ ﷺ کی قولی اور فعلی تمام احادیث شامل ہیں آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس پر یہ لازم ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی کو نمونہ بنائے اور یہ تب ممکن ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو حجت کی حیثیت سے مان لیں اگر انہیں حجت تسلیم نہیں کرتا یا اپنی خواہشات کے تابع تحقیق کرتا ہے تو ایسا شخص اس آیت کریمہ کا منکر ہے(23)

لہذا یہ ساری آیات اور قرآن مجید میں دیگر بہت سی آیات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث دین میں حجت ہے۔

- احادیث میں اختلاف کی حقیقت

اگر تفصیل کے ساتھ کتب احادیث کا متقابل مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے درمیان اتفاق بہت زیادہ اور اختلاف بہت کم ہے پھر جن میں اختلاف ہے ان کا جائزہ لیا جائے تو زیادہ تر اختلافات حسب ذیل چار نوعیتوں میں سے کسی نوعیت کے پائے جاتے ہیں۔

۱. ایک یہ کہ مختلف راویوں نے ایک ہی بات یا واقعہ کو مختلف الفاظ میں بیان کیا ہے اور ان کے درمیان معنی میں کوئی اہم اختلاف نہیں ہیں یا مختلف راویوں نے ایک ہی واقعہ یا تقریر کے مختلف اجزاء نقل کیے ہیں۔

۲. دوسرا یہ کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مضمون کو مختلف الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

۳. تیسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر مختلف طریقوں سے عمل فرمایا ہے۔

۴. چوتھے یہ کہ ایک حدیث پہلے کی ہے اور دوسری حدیث بعد کی اور اس نے پہلی کو منسوخ کر دیا۔

ان چار اقسام کو چھوڑ کر جن احادیث کا باہمی اختلاف رفع کرنے میں واقعی مشکل پیش آتی ہے ان کی تعداد پورے ذخیرہ حدیث میں ایک فیصد سے بھی بہت کم ہے لہذا چند روایات میں اس خرابی کا پایا جانا یہ فیصلہ کر دینے کے لیے کافی نہیں ہے کہ پورا ذخیرہ احادیث مشکوک یا نا قابل اعتماد ہے ہر روایت اپنی ایک منفرد حیثیت رکھتی ہے اور اپنی جداگانہ سند کے ساتھ آتی ہے اس بنا پر ایک دو نہیں دو، چار سو روایتوں کے ساقط ہو جانے سے بھی بقیہ روایات کا سکوت لازم نہیں آسکتا علمی تنقید پر جو روایات بھی پوری اتریں انہیں ماننا ہی ہو گا(24)

تدوین حدیث

- تدوین حدیث زمانہ حیوۃ الرسول ﷺ میں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات میں حدیث کی تدوین کے دو طریقے رائج تھے۔

۱. مسجد نبوی میں حجرہ مبارک کے قریب ایک چبوترا بنا ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ اس چبوترے پر قرآن و حدیث یاد کرتے رہتے اور اس کا آپس میں مذاکرہ کرتے رہتے تھے قرآنی آیات کو حفظ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کی توضیحات و تشریحات کو یاد کرنے، حفظ کرنے کے سوا ان کو کوئی کام نہ تھا سیرت و تاریخ میں ان صحابہ کو "اصحاب صفہ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے یہ اصحاب حصول علم قرآن و حدیث میں

اس قدر مشغول تھے کہ دنیاومافیہا کی انہیں کچھ خبر نہ تھی حصول دنیا، حب مال و متاع سے مبر آ مصفا اور پاک تھے دنیا کی کسی چیز کے فوت ہو جانے پر غمگین نہیں ہوتے ہمیشہ صرف اسی بات سے خوش ہوتے ہیں جو ان کے لیے آخرت کا حصہ بنتی یعنی دنیا اگر مل جائے تو اس کے مل جانے سے خوش ہوتے اور اگر کوئی دنیاوی مال فوت ہو جائے تو اس پر غمگین نہیں ہوتے خوشی و غمی صرف اُخروی نعمتوں کے حصول یا ان سے محرومی پر مبنی ہوتی ان اصحاب صفہ میں زیادہ تر حفظِ حدیث کا اہتمام کیا کرتے تھے اور بعض صحابہ کرام کتابت بھی کیا کرتے تھے اصحاب صفا کے علاوہ دیگر صحابہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو قول بھی سنتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو عمل کرتے دیکھتے اسے یاد رکھنے اور اس کی پیروی کرنے میں اپنی سعادت سمجھتے تھے پیروی کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو حفظ کرنا اور اسے یاد رکھنا اپنے فرائض میں سمجھتے تھے۔

- کتابت حدیث

۲. جمع و تدوین کا دوسرا طریقہ کتابت کا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ از خود کتابت کیا کرتے تھے۔(25)

محدثین اس بات کے قائل ہیں کہ احادیث کی کتابت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے حکم سے شروع ہو گئی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق اور آپ کی املاء سے صحابہ کرام نے ہزارہا حدیثیں لکھی اس کے علاوہ صحابہ کرام کی ایک بہت بڑی تعداد احادیث کو حفظ بھی کیا کرتی تھی۔

- کتابت حدیث کا حکم

متقدمین سلف میں سے صحابہ اور تابعین نے کتابت حدیث میں کہیں قول کیے ہیں بعض نے مکروہ کہاں ہے اور بعض نے اسے مباح قرار دیا ہے پھر آخر کتابت حدیث کے جواز پر اجماع منعقد ہوا اور اختلاف ختم ہو گیا اور اگر حدیث کتابوں میں مدون نہ کی جاتی تو متاخرین کے زمانوں میں ضائع ہو جاتی۔

- کتابت حدیث کے حکم میں اختلاف کا سبب

کتابت حدیث کے بارے میں اختلاف کا سبب اباحت اور نہی کی احادیث کا متعارض ہونا ہے۔

* حدیث نہی

صحیح مسلم میں امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"لا تكتبوا عنى و من كتب عنى غير القرآن فليمحه".(26)

(مجھ سے نہ لکھو (قران کی علاوہ) جس نے مجھ سے قر آن کی علاوہ لکھا ہے وہ اسے مٹادے۔

* حدیث اباحت

ایسی بہت سی احادیث موجود ہیں جن میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت حدیث کی نہ صرف اجازت دی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو اس کی ترغیب دیا کرتے تھے اور متعدد صحابہ کرام نہایت اہتمام سے احادیث لکھا کرتے تھے جامع ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ ﷺ سے حدیث سنتا ہوں وہ مجھے اچھی معلوم ہوتی ہے لیکن بھول جاتا ہوں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

" استعن بیمینک، و أو مأبیده لخط27) (

(اپنے داہنے ہاتھ سے مدد لو (یعنی لکھ لیا کرو) اور اپنے ہاتھ سے لکھنے کا اشارہ فرمایا)۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی حقوق وغیرہ کے اہم مسائل پر خطبہ دیا حاضرین میں سے ایک یمنی شخص ابوشاہ نے درخواست کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ مجھے لکھ دیجیے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ

"اکتبوا لابی فلان"(28)۔﴿یہ خطبہ ابوفلاں (ابوشاہ) کے لیے قلم بند کر دو)۔

اباحت اور نہی کی احادیث میں تطبیق

علماء کرام نے اباحت اور نہی کی احادیث کو مختلف طریقوں سے جمع کیا ہے ان میں سے بعض یہ ہیں۔

☆ بعض نے کہا کہ لکھنے کی اجازت اس کے لیے تھی جس سے حدیث بھولنے کا خوف تھا اور ممانعت اس کے لیے تھی جو نسیان اور بھولنے سے محفوظ تھا جبکہ لکھنے کی صورت میں خط پر ٹیک لگا کر اعتماد کرنے کا خوف تھا یعنی اگر لکھے گا تو یاد نہیں کرے گا بلکہ اپنے لکھے ہوئے پر معتمد ہو کر بیٹھ جائے گا۔

☆ بعض نے یہ کہا ہے کہ نہی اس وقت تھی جب قرآن کے ساتھ خلط ملط اور التباس کا ڈر اور خوف تھا پھر بعد میں اجازت مل گئی جب اس بات سے امن حاصل ہوا یعنی ابتدا میں جب نزول قرآن کے وقت فرق کرنا دشوار تھا ممانعت تھی لیکن جب نزول قرآن کے ساتھ صحابہ مانوس ہو گئے اور اختلاط کا خوب جاتا رہا تو گویا ممانعت کا حکم منسوخ ہو گیا۔(29)

عہد صدیقی میں تدوین حدیث

حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت کا زمانہ اگرچہ مختصر زمانہ ہے کل ڈھائی سال حکمرانی کا ان کو ملا اور وہ بھی ایسے حال میں کہ اچانک مختلف قسم کے فتنے اور فساد خود عرب میں بھی پھوٹ پڑے اور عرب سے باہر بھی ایسی تیاریاں تھی جن کی طرف توجہ ضروری تھی تاہم انہی حالات میں حدیث کے سلسلے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اقدامات کا کتابوں میں تذکرہ کیا جاتا ہے۔

- حضرت ابو بکر صدیقؓ نے پانچ سو حدیثیں قلمبند کیں

جیسا کہ واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اگرچہ بظاہر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بہت زیادہ صبر و ثبات اور استقامت کا اظہار کیا لیکن درحقیقت یہ ان کا ظاہر حال تھا ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر صدیق پر ان کی زندگی دو بھر ہو گئی تھی یہ ایسا جان لیوا غم جو آخر موت ہی پر منتج ہوا۔ شاید اس اندرونی خلش اور سوزش کی تسکین کی یہ تدبیر حضرت ابو بکر صدیقؓ کی سمجھ میں آئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو معلومات ان کے دماغ میں تھی ان کو قلم بند کر کے اپنا جی بہلائیں۔ مشاغل کے اس ہجوم اور کثرت کے باوجود جن میں خلافت کے بعد وہ گھر گئے تھے اتنا وقت انہوں نے نکال لیا کہ دس بیس نہیں بلکہ پانچ سو حدیثوں کا ایسا مجموعہ جو قریب قریب موطا امام مالک کی مرفوع حدیثوں کی تعداد کے مساوی ہیں اپنے قلم سے لکھ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تیار کر لیا یعنی جس کام کو سو سال بعد حضرت امام مالک نے موطا کی شکل میں انجام دیا یہی کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہی ایک ایسی صورت میں انجام پا چکا تھا جس سے زیادہ بہتر صورت آپ کے بعد تدوین حدیث کے سلسلے میں سوچی نہیں جا سکتی۔(30)

- عہد فاروقی اور تدوین حدیث

عدل وانصاف، سیاست وحکومت اور دوسرے معاملات میں فاروق اعظم کے بے لاگ فیصلوں کا جیسے لوگ اب تک ذکر کرتے ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ حدیث کی تاریخ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رعب و داب کا وہی اثر ہے "اشد ھم فی امر اللہ" کی اشدیت دین کے دوسرے شعبوں میں جیسے نمایاں تھی حدیث کا شعبہ بھی اس سے کیوں مستفید نہ ہوتا۔ مشہور محدث حضرت سفیان بن عیینہ کے حالات میں لکھا ہے کہ حدیث کے طلبہ ان کے حلقہ میں جب آتے تو ان کی طرف خطاب کر کے کہتے کہ

"اگر پالیتے ہمیں اور تمہیں عمر رضی اللہ عنہ تو مار کر دکھ پہنچاتے". دراصل سفیان کا اشارہ اشدیت کے انہی واقعات کی طرف ہے جن کا روایتِ حدیث کے سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف انتساب کیا گیا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو روایتوں کے اکثار سے منع فرماتے تھے یعنی چاہتے تھے کہ حدیثوں کے بیان کرنے میں کثرت کی راہ لوگ نہ اختیار کریں۔

❖ کثرت روایات سے منع کرنے کا مقصود

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی بات کے منسوب کرنے میں منسوب کرنے والوں پر جو ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں ان ذمہ داریوں سے عہدہ بر آمد ہونے کی توقع احتیاط کے اسی طریقے سے ممکن ہے۔

حافظ ابن البر نے بھی اسی توجیہ کو پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کثرت روایت سے ممانعت اور قلت روایت کا حکم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی لیے دیا تھا کہ کثرت کی صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط بات منسوب ہو جانے کا زیادہ اندیشہ تھا نیز اس کا بھی خوف تھا کہ جو حدیثیں لوگوں کو اچھی طرح محفوظ نہ ہوں اور پورا بھروسہ اپنی یاد پر نہ ہو اس قسم کی حدیثوں کے بیان کرنے پر لوگ جری ہو جائیں گے۔

لہذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ قطعاً نہ تھا کہ کلیتاً لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کو روایت کرنے سے روک دیا جائے بلکہ وہ یہ چاہتے تھے کہ انہی حدیثوں کی حد تک لوگ اپنے بیان کو محدود رکھیں جن کے متعلق پورا اطمینان ہو کہ جو کچھ انہوں نے دیکھا یا سنا ہے وہی وہ بیان کر رہے ہیں۔

عہد عثمانی اور تدوین حدیث

علمی خدمات کے لحاظ سے عثمانی عہد خلافت کا سب سے بڑا کارنامہ وہ ہے جس کی وجہ سے آج چودہ سو سال تک سارے جہان کے مسلمانوں میں قرآن مجید کا ایک ہی نسخہ مروج ہے حدیث کے سلسلے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے تدوین حدیث کی تاریخوں میں لوگوں نے کسی خاص واقعے کا ذکر اگرچہ نہیں کیا لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے جو روایتیں کتابوں میں نقل کی گئی ہیں انہی میں ایک روایت جو مسند احمد میں ہیں کہ آپؓ فرمایا کرتے تھے کہ

"رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کے بیان کرنے میں مجھے یہ چیز نہیں روکتی کہ دوسرے صحابیوں سے حدیثوں کے یاد رکھنے میں کچھ کم ہوں مگر بات یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ﴿جس نے میری طرف کوئی ایسی بات منسوب کی ہے جو میں نے نہ کہی ہو تو چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ وہ دوزخ میں بنالیں)"(31)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ کی کافی حدیثیں حضرت عثمانؓ کو بھی یاد تھی لیکن ان کی عمومی اشاعت سے آپؓ پرہیز کرتے تھے کیونکہ خلیفہ ہونے کی حیثیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کی اشاعت عام کا طریقہ اگر آپؓ اختیار کرتے تو ظاہر ہے کہ ہر طرح کے لوگ آپؓ سے سنی ہوئی روایت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنے کی جرأت کرتے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو زیادہ سے زیادہ اعتماد اپنے

حافظہ اور اپنی یاد پر ہو سکتا تھا لیکن آپؓ سے سن کر روایت کرنے والے بھی صحیح طور پر آپ کی طرف اسی بات کو منسوب کریں گے جو کچھ انہوں نے سنا ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو چونکہ اس پر بھروسہ نہ تھا اندیشہ تھا کہ اس راہ سے پیغمبرؐ کی طرف غلط بات منسوب نہ ہو جائے اس لیے آپؓ سے جو حدیثیں آپؓ نے سنی تھی ان کی اشاعت عام نہیں فرماتے تھے(32)

❖ عہد مرتضوی اور تدوین حدیث

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عام عادت تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرکے کوئی بات آپؓ کے سامنے اگر کوئی بیان کرتا تو آپؓ اس سے قسم لیتے تھے شاید اس کی ایک وجہ عہد عثمانی کے وہ فتنے اور فساد بھی ہوں جو مسلمانوں میں پھوٹ پڑے تھے. یوں بھی اسلام کا دائرہ وسیع ہو چکا تھا نہ صرف مقبوضات کا بلکہ مختلف اقوام اور طبقات کے لوگ مسلمان ہو کر اسلامی جماعت میں فوج در فوج شریک ہوتے چلے جاتے تھے ان میں طرح طرح کے لوگ تھے سب کے ایمان واسلام کی وہی حالت نہ تھی جو صحابہ کرام کی تھی انہی امور کے احساس کا غالباً یہ نتیجہ بھی تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ عموماً ممبر سے اس حدیث کا اعلان فرمایا کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

"لا تكذبوا عليّ فانه من يكذب عليّ يلج فی النار"(33)

(میری طرف جھوٹی بات ہرگز منسوب نہ کیا کرو جو میری طرف منسوب کرکے جھوٹی بات بیان کرے گا وہ آگ میں جھونکا جائے گا)

نہ صرف دوسروں ہی کے متعلق یہ فرماتے تھے بلکہ خود اپنی طرف اشارہ کرکے آپؓ نے متعدد موقعوں پر اس فقرے کو دہرایا ہے کہ "لان اخرّ من السماء احب الیّ من ان اکذب علی رسول اللہ ﷺ"(34)

(آسمان سے میں گر پڑوں یہ میرے لیے زیادہ آسان ہے اس بات سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط بات کو منسوخ کرکے بیان کروں)

اور جیسے دوسروں سے آپؓ قسم لیتے تھے اسی طرح جب کوئی پوچھنے والا آپؓ سے کسی حدیث کے بیان کرنے کے بعد پوچھتا کہ کیا واقعی آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے تو جواب میں خود بھی قسم کھاتے ہوئے فرماتے:

" ای ورب الكعبۃ " (ہاں قسم ہے کعبہ کے رب کی)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت تک نبوت سے زمانہ کا فاصلہ کافی دور ہو چکا تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو باتیں خبر واحد کی شکل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچی تھی ان کا ایک حصہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس مکتوبہ شکل میں بھی تھا جس کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ

ان حدیثوں کو آپ نے کس زمانے میں قلم بند فرمایا تھا تاہم لکھی ہوئی شکل میں ان کے پاس کچھ حدیثیں ضرور تھیں لوگوں کے دریافت کرنے پر جن کے متعلق آپ یہ اقرار بھی فرماتے تھے کہ میری تلوار کی نیام میں وہ توشہ رکھا ہوا ہے لیکن اسکی اشاعتِ عام نہ ابو بکرؓ کے زمانے میں آپ نے کی اور نہ حضرت عمرؓ اور نہ عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں حتیٰ کہ خود آپؓ کے خلافت کے زمانے میں بھی لوگوں نے چاہا کہ عام لوگوں میں ان حدیثوں کی اشاعت کر دی جائے مگر آپؓ نے اس سے انکار کیا لیکن جب اصرار حد سے زیادہ لوگوں کا بڑھ گیا تو آپؓ نے لوگوں کو دکھا دیا۔(35)

فتنہ انکار حدیث دورِ نبوی تا عصر حاضر

- دور نبوی میں انکار حدیث

انکار حدیث کا فتنہ بظاہر تو نیا ہے لیکن حقیقت میں کافی پرانا ہے کیونکہ اس کی ابتدا ایک لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اس وقت ہو چکی تھی جب ذوالخویصرہ نامی شخص نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا اعتبار نہ کرتے ہوئے اسے رد کر دیا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب وہ یمن میں تھے آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سونے کا ایک ٹکڑا بھیجا. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سونا اقرع بن حابث ہنزلی جو بنی مجاشع میں سے تھا اور عیینہ بن بدر اور علقمہ بن علاثہ عامری کو جو بنی کلاب میں سے تھا اور زید خیل طائی (ان چار آدمیوں) میں تقسیم کر دیا۔ یہ دیکھ کر قریش اور انصار کے لوگ غصے ہوئے اور کہنے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ہو گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نجد کے رئیسوں کو دیتے ہیں مگر ہم کو نہیں دیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے یہ مال نجد والوں کو دیا ہے تو ایک مصلحت کے لیے میں ان کا دل بہلاتا ہوں۔ اتنے میں ایک شخص آ پہنچا، عبد اللہ ذوالخویصرہ جس کی آنکھیں اندر دھنسی ہوئی اور پیشانی اوپر اٹھی ہوئی، داڑھی بہت گنی، گال پھولے ہوئے اور سر منڈا ہوا تھا کہنے لگا محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا سے ڈرو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! "اگر میں اللہ کا رسول ہو کر اس کی نافرمانی کروں گا تو پھر اسکی اطاعت کون کرے گا وہ تو زمین والوں پر مجھ کو امین جانتا ہے اور تم میرا اعتبار نہیں کرتے "ایک شخص مسلمانوں میں سے کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم ہو تو اس کی گردن اڑا دیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہ دی۔ وہ پیٹھ موڑ کر چلا گیا تو آپ صل اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اس کی نسل سے کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے جو قرآن کے صرف لفظ پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق کے نیچے سے نہیں اترے گا یہ لوگ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکاری جانور میں سے باہر نکل جاتا ہے یہ کم بخت مسلمانوں کو تو ماریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے اگر میں نے کہیں ان کا زمانہ پایا تو عاد کی قوم کی طرح ان کو نیست و نابود کر دوں گا".

یہ وہ پہلا واقعہ ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ہی حدیث کا انکار کیا گیا اس حدیث نبوی سے واضح پتہ چلتا ہے کہ کچھ لوگ بعد میں ایسے پیدا ہوں گے جن کا رجحان انکار حدیث کا ہو گا۔

- دور صحابہ اور فتنہ انکار حدیث

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے فوراً بعد یہود و نصاریٰ نے اسلام کے خلاف مختلف قسم کی سازشیں شروع کی۔ یہودیت و نصرانیت نے اسلام دشمنی کے لیے اپنا سر ابھارا اور منافقت کا لبادہ اوڑھ کر عرب قبائل کو اسلام سے کفر کی طرف پھیرنے میں خوب کام کیا۔ مثلاً ایک قبیلے کے ذہنوں میں یہ بات ڈال دی کہ زکوٰۃ کی فرضیت اور ادائیگی کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے تھا اب اس کی ضرورت باقی نہ رہی۔ ختم نبوت کے خلاف مختلف اطراف میں نبوت کے دعوے کرائے گئے عبادات کا مذاق اڑایا گیا عین اسی زمانے میں ایک انتہائی خطرناک آدمی یمن کا ایک صنعانی یہودی نمودار ہوا جس کا اصل نام جمود تھا اس نے منافقانہ طور پر اسلام ظاہر کیا اپنا اسلامی نام عبداللہ بن سبا رکھا اور مشہور کر دیا کہ اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ہے اس کا خیال تھا کہ اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کی قدر کریں گے مگر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو شہر مدینہ سے باہر نکال دیا تو اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عیب جوئی شروع کر دی۔ چنانچہ وہ پہلا یہودی سازشی ہے جس نے پیغمبر اسلام کے ساتھ ان کے صحابہ کرام کو بھی عیب جوئی کا نشانہ بنایا مدینہ سے نکل کر اس نے کوفہ، شام اور بصرہ کا دورہ کیا اس نے وہاں موقع پا کر اسلام کے خلاف تحریک چلائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹے بیانات سب سے پہلے اس یہودی نے منسوب کیے قرآن کے مطالب بیان کرنے کے لیے اس یہودی نے لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات بٹھانے کی کوشش کی کہ قرآن کریم خود ایک مکمل کتاب ہے اس کے مطالب اور وضاحت کے لیے حدیث رسول کی کوئی ضرورت نہیں تاکہ قرآن کریم سے حدیث رسول کا رشتہ کاٹا جائے اور یوں اسلام کے احکام ہر ایک کے لیے تختہ مشق بنے رہیں حالانکہ قرآن کریم صاف طور پر بتارہا ہے کہ اللہ تعالی کا بتایا ہوا قرآنی مفہوم وہی ہے جو پیغمبر اسلام بیان کریں کیونکہ جس پر قرآن کریم نازل ہورہا ہے مفہوم بیان کرنے کا عقلاً حقدار وہی ہوتا ہے اور جو کوئی قرآنی مفہوم کے تعین کے لیے حدیث رسول کا رشتہ کاٹتا ہے وہ مفسد ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے کہ

" و یقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل و یفسدون فی الارض "(36.)۔(اور وہ کاٹتے ہیں اس چیز کو جس کے ملانے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور وہ زمین میں فساد پھیلاتے ہیں)۔

قرآن کریم کی حیثیت تو متن کی ہے جبکہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت اس کی شرح کی ہے جس کا کھول کر بیان کرنا صرف پیغمبر کا کام ہے مگر اس مفسد اور یہودی منافق نے بصرہ میں ایک ایسی جماعت تیار کی تھی جو کہا کرتی تھی کہ قرآن کے سوا ہم کسی بات کو نہیں مانتے اس یہودی کو جب مسلمانوں کے درمیان مصالحت کی کوئی صورت نظر آتی تو وہاں اپنی منافقانہ چال کی بدولت دروغ گوئی کے ذریعے اس مصالحت کو برپا کر دیتا گویا یہود و نصاریٰ بغض و عناد کی وجہ سے مسلمانوں کے وجود کو برداشت نہیں کر سکتے تھے اور وہ چاہتے تھے کہ دین اسلام کو نیست و نابود کیا جائے یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم مسلمانوں کو یہود کی دوستی اور ان کی پیروی سے سختی کے ساتھ منع کرتا ہے۔

❖ دور تابعین اور فتنہ انکار حدیث

قوم یہود نے اسلام کی دشمنی اور مخالفت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گویا وہ اسلام کی مخالفت اپنا مذہبی مشن سمجھتے تھے اس لیے حالات کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ وہ مناسب سازشوں کا جال بچھاتے رہے یہاں تک کہ پہلی صدی ہجری کے اواخر میں اعتزال یعنی عقل پرستی رونما ہوئی جس کے بنیادی عوامل میں غلط نظریات کا دخل رہا ہے۔

عہد بنو امیہ میں معتزلہ کی وجہ سے حکمرانوں کی خونریزیوں نے عوام میں انتہائی بے چینی اور مسلمان حکمرانوں کے خلاف بدگمانی پیدا کی کہ اسلام میں مسلمانوں کا خون بہاتے ہیں جن کے تدارک کے لیے ملحدین تقریر کی اڑلے کر یہ جواب دیتے تھے کہ یہ ہم خود نہیں کرتے بلکہ یہ اللہ تعالی ہم سے کراتا ہے کیونکہ ہمارا ایمان ہے کہ کوئی کام بھی اللہ تعالی کے حکم کے بغیر نہیں ہوا کرتا اس کے ساتھ ساتھ یہود و نصاری کے حواریوں نے بڑے پیانے پر پروپیگنڈا کر کے یہ بھی مشہور کر دیا کہ دنیا میں اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے ورنہ اس کی تعلیمات میں حقیقی خوبیاں، اخلاقی جاذبیت اور اتنی قوت نہیں جو حیات انسانی کے مختلف گوشوں کے لیے کافی ہوں ان عوامل نے ایک نیا فرقہ جنم دیا جس کے خیال کے مطابق جو احکام عقلی گرفت میں نہ آسکتے ہوں ان کا انکار کر دیا جائے اس فرقہ کا نام معتزلہ ہے۔ حافظ ابن حزمؒ فرماتے ہیں: "اہل سنت، خوارج، شیعہ، قدریہ یہ تمام فرقے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث کو جو ثقہ راویوں سے منقول ہوں برابر قابل حجت سمجھتے رہے ہیں یہاں تک کہ پہلی صدی کے بعد متکلمین معتزلہ آئے اور انہوں نے اس اجماع کے خلاف کیا".(37)

معتزلہ کا یہ فتنہ علمی فتنہ تھا اس لیے انکار حدیث میں انہیں بہت کچھ پس و پیش کرنا پڑا ہے یہاں تک کہ ایک جماعت نے تصریح کی کی خبر واحد اگر عزیز ہو جائے تو چونکہ وہ مفید یقین بن جاتی ہے اس لیے وہ حجت ہو جائے گی تحریک اعتزال کا بانی واصل بن عطا تھا جو پہلی صدی ہجری کے آخر میں ابھرا اور عقل کے ہتھیاروں کی تیزی میں بہت سے ذخیرہ احادیث کو کچلتے ہوئے آگے نکل گیا دوسری صدی میں امام شافعی نے سب سے پہلے فتنہ انکار حدیث کا رد کیا۔

اس کے علاوہ شیعہ اور قادیانیوں نے بھی انکار حدیث کیا۔ شیعہ حضرات اہل سنت کے سامنے جب کبھی ان حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں جو اہل سنت والجماعت کے ہاں متداول ہیں یا صحاح ستہ میں سمجھی جاتی ہیں تو وہ انہیں الزامی طور پر پیش کر رہے ہوتے ہیں وہ اس بات کے مدعی ہوتے ہیں کہ یہ روایات اہل سنت کے ہاں معتبر ہیں لیکن جہاں تک ان کے اپنے عقیدے کا تعلق ہے وہ ان کتابوں کو معتبر سمجھتے ہیں نہ ان کے مؤلفین سے انہیں کوئی عقیدت ہے نہ وہ انہیں اپنے ہاں مومن تسلیم کرتے ہیں ان کے ہاں حدیث کی اپنی کتابیں وہ ہیں جو اصول اربعہ کے نام سے معروف ہے سو شیعہ حضرات کا احادیث سے انکار دراصل ان کتابوں سے انکار ہیں حدیثِ رسول سے اصولی انکار نہیں۔ ارشاد رسالت کے حجت ہونے کے وہ بہر حال قائل

ہیں۔ پھر شیعہ اس بات کے بھی قائل ہیں کہ ان کا امام معصوم ہر دور میں موجود رہا ہے اور یہ صرف امام کی بات ہے جو ان کے ہاں حدیث کا درجہ رکھتی ہے سو اس کی حدیث کے ہوتے ہوئے انہیں جناب رسالت مآب ﷺ کی احادیث کی چنداں ضرورت باقی نہیں رہتی۔

قادیانی لوگ علمی مباحث میں جب کبھی حدیث سے استدلال کرتے ہیں تو ان کی بھی کوشش بر سبیل الزام ہوتی ہے خود وہ حدیث کو کوئی اہمیت نہیں دیتے وہ یہ انداز محض اس لیے اختیار کرتے ہیں کہ مسلمان حدیثِ نبوی کے قائل ہوتے ہیں وہ اسے اپنے لیے ناقابل اعتماد سمجھتے ہیں اور علم و عمل کی سند جانتے ہیں ورنہ جہاں تک قادیانیوں کا اپنا تعلق ہے وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی پوری امت کے لیے حَکَم بن کر آیا ہے اور اب حدیث وہی قابل قبول ہے جسے وہ صحیح قرار دے اور وہ حدیث ضعیف ہے جسے وہ ناقابل قبول ٹھہرائے۔(38)

- دور جدید اور فتنہ انکار حدیث

دور جدید میں فتنہ انکار حدیث علمی نہیں بلکہ یہ اس یہودی اور عیسائی سازش کا حصہ ہے جو عناد اور اسلام دشمنی پر مبنی ہے جس کو عیسائی سازش کے تحت یورپ کے مستشرقین نے ہندو پاک کے اسلام نما شاگردوں کے ذریعے شروع کیا بعض کو نبوت کے دعوے کے لیے تیار کر دیا اور بعض کو حدیثِ رسول ﷺ کے انکار کے لیے تیار کیا۔ چنانچہ ان مفسدین نے حفاظت حدیث کے متعلق لوگوں کے ذہنوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کی اس ضمن میں انہوں نے حفاظ حدیث کی کثرت تعداد پر حیرت و تعجب کا اظہار کر کے اس کو خلاف فطرت قرار دیا۔ دوسرے قدم میں انہوں نے حدیث کی تاریخیت پر حملہ کر دیا اور جان بوجھ کر صحابہ کرام اور صالحین امت پر یہ بہتان لگایا کہ ان کے زمانے میں حدیث کا وجود نہیں تھا۔

انگریز دورِ حکومت نے ایسا ہی نظام ہندو پاک میں رائج کیا جس کے سبب دین اسلام کی مخالفت کے لیے ایک اسلام نما مگر یورپی ذہن رکھنے والا گروہ وجود میں آیا جس کا کام دین سے فرار اور اعمال رسول ﷺ سے گریز کرنا تھا اس سلسلے میں لاڈ میکالے کا بیان ہے:

"نظام تعلیم کے ذریعے ہمیں ایک ایسی جماعت بنانی چاہیے جو ہمارے اور رعایا کے درمیان ترجمان کا کام کریں اور وہ ایک ایسی جماعت ہو جو خون اور رنگ کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہو مگر مذاق، رائے، الفاظ اور سمجھ کے اعتبار سے انگریز ہو".

ان مقاصد کے حصول کے لیے انگریز مکار نے اسلام نما دشمنوں کا انتخاب کیا جو اسلام کا ظاہری لیبل لگائے منافقانہ اور عیارانہ طریقوں سے اسلام کے بارے میں بدگمانی پھیلاتے رہیں۔

- ❖ انکار حدیث کی جدید شکلیں

گزشتہ ادوار میں حدیث کے بالکلیہ اور واضح انکار کی تین شکلیں معروف تھیں:

۱. یا تو یہ کہتے کہ احادیث کا وجود ہے ہی نہیں یہ ساری روایات تو بعد میں گھڑی گئی ہیں

۲. یا کبھی کہتے کہ احادیث کا وجود تو ہے لیکن وہ صحابہ کے لیے حجت اور دلیل تھیں ہمارے لیے نہیں، بلکہ ہمارے لیے قرآن ہی کافی ہے

۳. یا کبھی کہتے کہ احادیث کا وجود بھی ہے اور وہ حجت بھی ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ حدیث ہم تک ٹھوس اور معتبر ذرائع سے نہیں پہنچیں اس لیے ہم موجودہ روایت کو تسلیم نہیں کر سکتے۔

لیکن موجودہ دور میں کہی منکرین حدیث کو چونکہ احادیث کے بالکلیہ اور واضح انکار کی ہمت نہیں ہوتی کہ ایک تو ایسا نظریہ عوام میں مقبول نہیں ہوتا دوسرا یہ کہ مسلمانوں کی جانب سے شدید مخالفت کا خدشہ بھی پیش نظر ہوتا ہے۔ اس لیے اب خوشنما الفاظ، دلفریب جملوں، مغالطہ انگیز نعروں اور پر فریب اسلوب کا سہارا لے کر ڈھکے چھپے انداز میں احادیث کا انکار کرتے اور ذخیرہ احادیث کو مشکوک قرار دیتے نظر آتے ہیں خصوصاً ان صحیح اور معتبر احادیث کا تو واضح انکار کر دیتے ہیں جو ان کے نظریات کے خلاف ہوں۔ ایسے منکرین حدیث کی خفیہ انکارِ حدیث کی معروف شکلیں اور چالیں مندرجہ ذیل ہیں:

- کبھی کہتے ہیں کہ یہ احادیث قرآن کے خلاف ہیں۔
- کبھی کہتے ہیں کہ یہ احادیث عقل کے خلاف ہیں۔
- کبھی کہتے ہیں کہ یہ احادیث خبر واحد ہیں جو کہ حجت نہیں۔
- کبھی کہتے ہیں کہ فلاں فلاں حدیث نبوت کی شان کے خلاف ہے۔
- کبھی کہتے ہیں کہ یہ حدیث راوی نے گھڑی ہے۔
- کبھی کہتے ہیں کہ یہ حدیث شرم وحیا کے خلاف ہے۔
- کبھی کہتے ہیں کہ ایسی احادیث کی وجہ سے انگریز اور یہودی وغیرہ ہم پر ہنستے ہیں۔
- کبھی کہتے ہیں کہ ان احادیث کی وجہ سے نوجوان ملحد ہو رہے ہیں۔
- کبھی کہتے ہیں کہ یہ احادیث مولویوں نے گھڑی ہیں۔

- کبھی کہتے ہیں کہ اس حدیث کی وجہ سے امت میں انتشار پیدا ہوا ہے۔
- کبھی احادیث کے جلیل القدر مرکزی راویوں کے خلاف پروپیگنڈا کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ایسے ناقابل اعتماد لوگوں نے احادیث گھڑی ہیں۔
- کبھی حدیث کا مذاق اڑاتے ہیں۔ حالانکہ ایسی تمام احادیث ثابت، صحیح اور معتبر ہوتی ہیں۔

الغرض ایسے مختلف طریقوں سے احادیث کی اہمیت کم کرنے، احادیث کو غلط ثابت کرنے، ذخیرہ احادیث کو مشکوک بنانے اور معتبر راویوں کو بے وُقت ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر کے احادیث کا انکار کرتے نظر آتے ہیں لیکن کبھی کبھار مطلب کی احادیث ذکر کر کے مغالطہ کرتے دکھائی دیتے ہیں تاکہ لوگ انہیں منکر حدیث نہ سمجھے ان کی تمام تر کوششوں کا حاصل یہی ہوتا ہے کہ عوام کو احادیث کے انکار کی راہ دکھا سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی پیروی کرنے والے سادہ لوح عوام احادیث سے متعلق بہت ہی سنگین نظریہ اور رویہ رکھتے ہیں۔

❖ منکرین حدیث کا تعارف

آجکل ایک بہت خطرناک فتنہ ہمارے ہاں موجود ہے ہمارے ملک سمیت اور کہیں ممالک میں ایک فرقہ پایا جاتا ہے یہ چھپا ہوا فرقہ ہے دشمن اسلام ہے یہ اپنا کفر چھپاتا ہے، اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہے حالانکہ وہ مسلمان نہیں ہے وہ 'منکرین حدیث' کا فرقہ ہے۔

یہ لوگ حدیث کا انکار کرتے ہیں اور لوگوں کی نظروں میں اپنے آپ کو باوُقعت ظاہر کرنے کے لیے کہتے ہیں کہ ہم 'اہل قرآن' ہیں ان کا کہنا ہے کہ بس قرآن کافی ہے حدیث کی ضرورت نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ کسی ارشاد کی ضرورت ہے اور نہ کسی فعل کی۔ اور شریعت کا کوئی مسئلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول یا فعل سے ثابت نہیں ہو سکتا جو حکم قرآن مجید میں ہے بس وہی ٹھیک ہے جو قرآن میں نہیں آیا لیکن حدیث میں آگیا وہ قابل اعتبار نہیں۔ وہ بہت ملمع سازی کر کے اپنا نظریہ پیش کرتے ہیں اور علماء کرام پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ملاؤں نے خود حدیث گھڑ گھڑ کے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا اور پھر حدیث کو حجت قرار دے دیا حالانکہ حدیث کی کوئی ضرورت نہیں تھی حدیث کو ضروری قرار دینا قرآن مجید کی مخالفت اور اس کا درجہ گھٹانے کی کوشش کرنا ہے یہ قرآن کے خلاف سازش ہیں۔(39)

❖ انکار حدیث کی ضرورت

انکار حدیث کا فتنہ اسلامی تاریخ میں سب سے پہلے دوسری صدی ہجری میں نمودار ہوا۔ اس کی ابتدا کرنے والے خوارج اور معتزلہ تھے خوارج کو اس کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ مسلم معاشرہ میں جو انار کی وہ پھیلانا چاہتے تھے اس کی راہ میں سنت حائل تھی جس نے اس اسلامی معاشرے کو ایک

نظم و ضبط پر قائم رکھا ہوا تھا اسی طرح ان کے انتہا پسند نظریات کی راہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات حائل تھے اس لیے انہوں نے احادیث کی صحت میں تشکیک اور سنت کے واجب الاتباع ہونے سے انکار کی دو گانہ پالیسی اختیار کی۔

اور معتزلہ کو اس کی ضرورت اس لیے لاحق ہوئی کہ عجمی اور یونانی فلسفوں سے سابقہ پیش آتے ہی اسلامی اصول اور عقائد و احکام کے بارے میں جو شبہات پیدا ہونے لگے تھے وہ لوگ ان کو پوری طرح سمجھنے سے پہلے ہی کسی نہ کسی طرح ان کو حل کر دینا چاہتے تھے خود انہیں ان فلسفون میں وہ گہرائی اور بصیرت حاصل نہ تھی کہ ان کا تنقیدی جائزہ لے کر ان کی صحت و قوت کو جانچ سکتے انہوں نے اسلامی عقائد و اصول کی ایسی تعمیر پیش کرنا چاہی کہ یہ عقائد و احکام ان کی عقل کے تقاضوں سے موافق ہو جائیں۔ اس راہ میں یہی سنت اور احادیث مانع ہوئی تو انہوں نے بھی خوارج کی طرح احادیث کی صحت کو مشکوک ٹھہرایا اور اس کو حجت ماننے سے انکار کر دیا۔(40)

❖ منکرین حدیث کے متعلق آپ ﷺ کی پیشن گوئی

سسیدنا مقدام بن معدی کربؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"عنقریب ایسا واقعہ رونما ہو گا کہ ایک آدمی اپنے تخت پر براجمان ہو گا اس سے میری کوئی حدیث بیان کی جائے گی تو وہ کہے گا ہمارے اور آپ کے درمیان اللہ عزوجل کی کتاب کافی ہے ہم اس میں جس چیز کو حلال پائیں گے اسے حلال سمجھیں گے اور ہم اس میں جس چیز کو حرام پائیں گے اسے حرام سمجھے گے۔ خبر دار! اللہ کے رسول نے جس چیز کو حرام ٹھہرایا وہ اسی طرح ہے جیسے کہ اسے اللہ تعالی نے حرام کیا ہو".(41)

اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی کہ عنقریب ایک آدمی اپنے تخت پر بیٹھا ہوا حدیث کا انکار کرے گا اور کہے گا کہ ہم کتاب اللہ کی اتباع کریں گے اس میں جو چیز حلال یا حرام ٹھہرائی گئی ہم اس کو حلال حرام سمجھتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی کہ میری حرام کردہ چیز کی بھی وہی حیثیت ہے جو اللہ تعالی کی حرام کردہ چیز کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی حرف بحرف پوری ہو چکی ہے۔

منکرین حدیث کے شبہات اور انکے جوابات

☆پہلا شبہ: کتابت حدیث کی ممانعت کے متعلق روایات

منکرین حدیث نے اس اعتراض کو بہت اچھالا ہے اور اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے ان احادیث کو بیان نہ کر کے علمی خیانت کی ہے جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث لکھنے کی اجازت مرمت فرمائی ہے۔ منکرین حدیث کتابت حدیث کی ممانعت کے سلسلے مندرجہ ذیل حدیث کا سہارا لیتے ہیں۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لا تكتبوا عنى ، و من كتب عنى غير القرآن فليمحه، و حدثوا عنى، و لاحرج ، و من كذب على متعمدًا فليتبوأ مقعده من النار (42) (

(قرآن کے علاوہ مجھ سے کچھ نہ لکھو جس نے قرآن کے علاوہ مجھ سے کچھ لکھا ہے تو وہ اسے مٹا دے اور مجھ سے حدیثیں بیان کرو اس میں کوئی حرج نہیں (سن لو) جس نے قصداً مجھ پر جھوٹ باندھا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے).

منکرین حدیث یہ اور اس جیسی دیگر روایات کو بنیاد بنا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے احادیث لکھنے سے منع کیا اور فرمایا احادیث محفوظ نہ کی جائے کہ کہیں لوگ احادیث کو قابل حجت نہ سمجھنے لگیں۔

جوابات

۱. اگر مذکورہ حدیث سے کتابت حدیث کی ممانعت ثابت ہوتی ہے تو پھر ایسی احادیث بھی موجود ہیں جن سے کتابتِ حدیث کے متعلق اجازت ثابت ہوتی ہے اور منکرین حدیث صرف پہلی قسم (عدم اجازت) کی احادیث دیکھتے ہیں اور دوسری قسم (اجازت) کی احادیث کا نام تک نہیں لیتے یہ تو سراسر علمی خیانت ہے۔

۲. جب منکرین حدیث، احادیث کو حجت نہیں مانتے تو پھر احادیث کی کتابت سے ممانعت ثابت کرنے کے لیے احادیث سے کیوں استدلال کرتے ہیں؟

۳. ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو امام بخاری نے موقوف قرار دیا ہے جبکہ احادیث لکھنے کی اجازت والی حدیث مرفوع ہے تو پھر مرفوع حدیث کو چھوڑ کر موقوف روایت سے کیوں استدلال کرتے ہیں؟

۴۔ کتابت احادیث کی اجازت اور عدم اجازت کے بارے میں روایات متعارض ہیں اور جب کسی روایت میں تعارض ہو تو محدثین کرام ان روایات میں جمع و تطبیق کی کوشش کرتے ہیں تاکہ کوئی نص مہمل نہ رہے محدثین نے یہاں بھی تین قسم کی توجیحات پیش کی ہیں۔

پہلی توجی امام خطابیؒ نے نقل کی ہے:

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث کو قرآن کے ساتھ ایک ہی صفحے پر ایک ساتھ لکھنے سے منع فرمایا تاکہ قاری کسی اختلاط و اشتباہ کا شکار نہ ہو جائے۔ رہا حدیث کو لکھنے اور علم کو تحریر میں لانے کی ممانعت کا تعلق تو ایسی کوئی بات نہیں"(43) یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت حدیث سے مطلقاً منع نہیں فرمایا بلکہ قرآن و حدیث کو ایک ساتھ ایک جگہ لکھنے سے منع فرمایا تاکہ یہ دونوں آپس میں خلط ملط نہ ہو جائیں۔

دوسری توجیہ: لکھنے کی اجازت اس کے لیے تھی جس سے حدیث بھولنے کا خوف تھا اور ممانعت اس کے لیے تھی جو نسیان اور بھولنے سے محفوظ تھا جبکہ لکھنے کی صورت میں خط پر ٹیک لگا کر اعتماد کرنے کا خوف تھا۔

تیسری توجیہ: نہی اسوقت تھی جب ابتدا میں نزول قرآن کے وقت فرق کرنا دشوار تھا لیکن جب نزول قرآن کے ساتھ صحابہ مانوس ہو گئے اور اختلاط کا خوف جاتا رہا تو گویا ممانعت کا حکم منسوخ ہو گیا۔(44)

دوسرا شبہہ: قرآن کریم کے مخالف احادیث قابل حجت نہیں

ایک حدیث میں آیا ہے کہ

"میری نسبت سے احادیث عام ہو جائیں گی میری جو بات تمہارے پاس پہنچے اگر وہ قرآن کے موافق ہو تو وہ میری ہی بات ہو گی۔ اور میری طرف منسوب جو بات قرآن کے خلاف ہو وہ میری بات نہ ہو گی"

لہذا جو احادیث قرآن سے زائد کوئی نیا حکم ثابت کریں تو ایسی تمام احادیث قرآن کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود اور ناقابل قبول ہوں گی اور اگر ان سے کوئی نیا حکم ثابت نہ ہو تاہو تو ان کی حیثیت محض تاکید کی ہے اصل حجت قرآن ہے۔

جواب:

منکرین حدیث کے اس شبہ کا ایک تو الزامی جواب یہ ہے کہ اگر حدیث حجت نہیں اور اس کی کچھ بھی شرعی حیثیت نہیں تو خود اس گروہ کو حدیث پیش کر کے اس سے استدلال کرنے کا بھی حق حاصل نہیں۔ اور اس شبہے کا علمی جواب یہ ہے کہ اس حدیث کو خالد بن کریمہ نے ابو جعفر سے اور اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے خالد بن ابی کریمہ مجہول راوی ہیں اور ابو جعفر صحابی نہیں لہذا یہ حدیث سنداً ضعیف اور منقطع ہونے کی وجہ سے ناقابل قبول ہیں نیز قرآن کریم میں بھی ایسی کوئی نص نہیں کہ جو حدیث قرآن کے موافق ہو مقبول اور جو قرآن کے خلاف ہو وہ غیر مقبول ہو گئی۔

اور یہ بھی واضح رہے کہ صحیح السند کوئی ایک حدیث بھی قرآن کے خلاف یا اس سے متصادم نہیں لہذا یہ ان حضرات کا محض مغالطہ ہی ہے

تیسرا شبہہ: اطاعت رسول کا حکم صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تک ہی تھا. ۔

منکرین حدیث کی طرف سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قرآن کریم میں جو اطاعت رسول کا حکم ہے یہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور زمانے تک تھا ان کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد یہ حکم باقی نہیں رہا۔

<u>جواب:</u>

یہ ایک انتہائی گمراہ کن اور جدید مغالطہ ہے جو اس سے قبل پوری امت میں کسی نے پیش نہیں کیا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف اپنے زمانے کے لیے نبی نہ تھے بلکہ قیامت تک کی رہتی دنیا کے تمام لوگوں کے لیے نبی تھے جیسے کہ قرآن کریم میں ہیں۔

" قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا"(45)۔(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کہہ دیں کہ لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں)

ایک اور جگہ پر ارشاد ہے:

" وما ارسلنٰک الا کآفۃ للناس بشیرا و نذیر"(46).(اور ہم نے آپ کو سب لوگوں کی طرف بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے)

نیز اللہ تعالی نے فرمایا:

"قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی ".(47).(اے نبی) کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو)

لہذا ان آیات سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ سب لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم آپ ﷺ کے دنیا سے جانے کے بعد بھی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث وسنن کی ہی اطاعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہے۔

چوتھا شبہہ: قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے

منکرین حدیث کی طرف سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قرآن کریم میں ہر چیز کا بیان آچکا ہے لہذا قرآن کے ہوتے ہوئے حدیث کی ضرورت نہیں۔ ان کا استدلال درجہ ذیل قسم کی قرانی آیات سے ہے۔

"وکل شیءٍ فصلنھا تفصیلاً"(48).(اور ہم نے ہر بات کو تفصیل سے بیان کیا)۔

" و نزلنا علیک الکتب تبیاناً لکل شیءٍ "(49).(اور ہم نے ہر چیز کو بیان کرتے ہوئے آپ پر کتاب نازل کی ہے)

" وھوالذی انزل الیکم الکتب مفصلاً"(50)۔(وہ اللہ ہے جس نے تمہاری طرف ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں ہر چیز وضاحت کے ساتھ بیان کی جاچکی ہیں)

ان حضرات کا دعوی ہے کہ قرآن کے اعلان کے مطابق اس میں ہر چیز بیان ہو چکی ہے لہذا اس کے علاوہ مزید کسی چیز کی ضرورت ہی نہیں۔

جواب:

یہ ان حضرات کا محض مغالطہ ہے کیونکہ ان قرآنی آیات میں لفظ "کل" تمام کے معنی میں نہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ قرآن نے دین کے تمام بنیادی ضوابط اور اصول بیان کر دیے ہیں. جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

"ثم کلی من کل الثمرات " (51)۔(اور تو تمام پھلوں میں سے کھا)۔

دوسرے مقام پر ہے:"واُوتیت من کل شيءٍ"(52)(اور ملکہ سبا کو ہر قسم کی نعمت دی گئی تھی)۔

ظاہر ہے ان مقامات پر" کل" سے علی الاطلاق تمام اشیاء مراد نہیں بلکہ شہد کی مکھی کو جو بھی پھل میسر ہو وہ اس سے کھائے اور ملکہ سبا کو اس کی ضرورت کی ہر چیز مہیا کر دی گئی تھی اس کے پاس بعد کے ادوار کی ایجادات و مصنوعات بالکل نہ تھی لہذا لفظ 'کل' سے استدلال کرنا محض مغالطہ ہے۔

پانچواں شبہہ: ہمارے لیے قرآن ہی کافی ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

"اولم یکفھم انا انزلنا علیک الکتب یتلی علیھم ان فی ذلک لرحمۃ و ذکری لقوم یؤمنون"(53).(کیاان کے لیے اتناکافی نہیں کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل کی جو ان کو پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی ہے اس میں اہل ایمان کے لیے رحمت اور نصیحت ہے)۔

اس آیت سے منکرین حدیث کا استدلال یہ ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ لوگوں کے لیے صرف قرآن کافی ہے۔

جواب:

آیت کا صحیح مفہوم جاننے کے لیے اس سے پہلی آیت کو بھی ساتھ ملالیاجائے اس میں ہے۔

"اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس نبی پر اس کے رب کی طرف سے نشانیاں کیوں نہ نازل کی گئی آپ کہہ دیں کہ نشانیاں تو اللہ کے پاس ہے میں تو بس واضح طور پر ڈرانے والا ہوں"(54)

کفار کی طرف سے نشانیوں کے مطالبہ کے جواب میں ان سے کہا گیا کہ کیاان کے لیے یہ کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل کر دی ہے جو ان کے سامنے تلاوت کی جاتی ہے لہذااس آیت سے منکرین حدیث کا یہ استدلال صحیح نہیں کہ لوگوں کے لیے صرف قرآن ہی کافی ہے۔

چھٹہ شبہہ: حدیث حجت نہیں

منکرین حدیث یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ حدیث حجت ہی نہیں ہے۔

جواب:

یہ بھی ان کے مغالطات میں سے ایک مغالطہ ہے حجیت حدیث کے بارے میں مقالہ کے آغاز میں بھی بیان ہو چکا ہے اسی کو اور واضح کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں بار بار حکم آیا ہے کہ

"اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول" (55)

کہ (اللہ کی عطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو).

کہیں مقامات پر اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

"من یطع الرسول فقد اطاع الله"(56)۔(جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کی اس نے گویا اللہ ہی کی اطاعت کی)۔

یہ اور ان جیسی بیسیوں آیات سے واضح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان، حکم اور اطاعت حجت ہے۔

ساتواں شبہہ: اللہ تعالی نے حفاظت حدیث کا ذمہ نہیں لیا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون"۔(57)(بے شک ہم نے اس قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں)

منکرین حدیث کا اس آیت سے استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالی نے صرف قرآن کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے سنت و حدیث کا وعدہ نہیں کیا اگر یہ بھی قرآن کی طرح دلیل و حجت ہوتی تو قرآن کی طرح اس کی بھی حفاظت کا ذمہ لیا جاتا۔

<u>جواب:</u>

اللہ تعالی نے جس 'ذکر' کی حفاظت کا وعدہ کیا اور ذمہ لیا ہے اس کا اطلاق صرف قرآن پر ہی نہیں بلکہ اللہ کی اس پوری شریعت پر ہوتا ہے جسے اللہ نے نازل کیا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

"فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون (58)"

(اگر تمہیں علم نہ ہو تو 'اہل ذکر' سے دریافت کر لیا کرو)

یہاں 'اہل ذکر' سے وہ لوگ مراد ہیں جو اللہ کی شریعت اور اس کے دین کے عالم ہیں باقی رہی بات حفاظت حدیث کی تو اللہ تعالی نے جس طرح قرآن کریم کی حفاظت کی اور کرائی ہے اسی طرح حدیث کی بھی اس نے حفاظت کی اور اپنے بندوں سے یہ کام کرایا ہے۔(59)

آٹھواں شبہہ: بذریعہ قرآن تکمیل دین

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

"اليوم اكملت لكم دينكم"(60).(آج کے دن میں نے تمھارے لیے دین کامل کر دیا)

منکرین حدیث اس آیت سے استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب دین مکمل ہو گیا تو پھر احادیث کی ضرورت ہی کیا باقی رہ گئی احادیث کی حیثیت بس تاریخی اور ظنی ہے جو بہت عرصہ بعد لکھی گئی ہیں اگر حدیث بھی دین کا حصہ تھی تو یہ آدھا یا آدھے سے زیادہ دین جو حدیث میں مندرج ہے اس کے بغیر دور صحابہ میں دین کیسے مکمل ہو گیا تھا؟

جواب:

اس آیت کا زمانہ نزول حجۃ الوداع سن 10 ہجری، مقام عرفات، عرفہ کا روز ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک قرآن کریم کی صرف تلاوت ہی نہیں کی تھی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قولی اور عملی طور پر اس کی شرح اور تفصیل بھی بیان کی تھی جس کا نام احادیث ہے اللہ تعالی نے اس آیت میں ان سب کو دین قرار دیا ہے جس دین کو مکمل کیا گیا احادیث بھی اسی کا حصہ ہے۔

منکرین حدیث کے اشکالات پر طائرانہ نظر

اس سے پہلے منکرین حدیث کے شبہات اور ان کے تفصیلی جوابات دیے جا چکے ہیں ذیل میں ان کے چند اشکالات کا اجمالی خاکہ مع جوابات پیش کیا جاتا ہے۔

اشکال(۱)... قرآن ہی کافی ہے حدیث کی کیا ضرورت ہے؟

جواب: قرآن کافی ہونے سے یہ مراد نہیں کی حدیث وسنت کی ضرورت نہیں قرآن نے خود حدیث وسنت کا ثبوت فراہم کیا ہے۔

اشکال(۲)... قرآن میں وحی کی پیروی کرنے کا تذکرہ ہے اور وحی صرف قرآن ہے؟

جواب: وحی صرف قرآن نہیں قرآن کے علاوہ وحی کا ثبوت قرآن میں بھی ہے۔

اشکال(۳)... قرآن کی تفسیر کے لیے اگر حدیث کی ضرورت ہو تو پھر قرآن کو حدیث کا محتاج ماننا پڑے گا؟

جواب: قرآن سمجھنے کے لیے نہ صرف حدیث بلکہ دیگر وسائل کی بھی ضرورت ہے اللہ تعالی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن میں ہی یہ ذمہ داری عائد کی ہے کہ آپ قرآن کی وضاحت کریں اور قرآن کی تعلیم دیں۔

اشکال(۴)... حدیثی تفسیر کو تسلیم کرنے سے یہ لازم آتا ہے کہ قرآن نبی ﷺ کی خواہش کے مطابق نازل ہوا ہے؟

جواب: آپ ﷺ کی خواہش شریعت کے تابع تھی کوئی غلط چیز یا شیطانی وسوسہ آپ پر اثر انداز نہ ہو سکا۔

اشکال(۵)... حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بھولنے کا بھی ذکر ہے لہذا حدیث پر اعتبار کیونکر ہو سکتا ہے؟

جواب: انبیاء کے نسیان سے دین اور شریعت پر کوئی حرف نہیں آتا یہ نسیان بھی اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

اشکال(6)۔۔۔احادیث کی بنا پر تفرقہ بازی پھیلتی ہے؟

جواب: احادیث پر عمل کرنے سے اختلاف ختم ہوتا ہے جبکہ انہیں تسلیم نہ کرنے سے تفرقہ بازی پھیلتی ہے کیونکہ دریں صورت ہر کوئی من مانی تفسیر کرنے لگتا ہے۔

اشکال(۷)... احادیث اگر من جانب اللہ ہوتی تو ان میں تضاد نہ ہوتا؟

جواب: صحیح احادیث میں کوئی تضاد نہیں ظاہری تضاد تو قرآنی آیات میں بھی ہے۔

اشکال(۸)... حدیث تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صدیوں بعد لکھی گئی تھی وہ حجت کیسے ہو سکتی ہے نیز احادیث لکھنے سے منع کیا گیا تھا تو لوگوں نے احادیث کیوں لکھی؟

جواب: احادیث عہد نبوی اور عہد صحابہ میں بھی لکھی جاتی تھی مثلا شرائط صلح حدیبیہ، خطوط نبوی وغیرہ۔

اشکال(۹)... حدیث اخبار احد بھی ہیں انہیں کیسے درست تصور کیا جا سکتا ہے؟

جواب: خبر واحد کو تسلیم کرنے کا ثبوت قرآن سے بھی ملتا ہے شخص با اعتبار ہو تو بسا اوقات اس کی دی ہوئی خبر کی تصدیق کی ضرورت نہیں ہوتی۔

اشکال(۱۰)... قرآن کی حفاظت تو اللہ تعالی نے کی ہے جب کہ احادیث انسانوں کی تحریر کردہ ہیں اور سن سنا کر لکھی گئی ہیں۔

جواب: حدیث کی بھی اسی طرح حفاظت ہوئی جس طرح قرآن کی ہوئی ہے قرآن کی حفاظت بھی انسانوں کے ذریعے کی گئی۔(61)

فتنہ انکار حدیث کے رد میں لکھی جانے والی کتب

١. اسلام میں سنت کا مقام، عبد الغفار حسن

٢. انکار حدیث کے نتائج، محمد سرفراز صفدر

٣. انکار حدیث یا انکار رسالت، سید معین الدین

٤. تدوین حدیث، مناظر احسن گلانی

٥. جمع القران والحادیث، ابو القاسم بنارسی

6. حجیت حدیث، محمد اسماعیل سلفی

٧. حجیت حدیث اور اتباع رسول، ثناءاللہ امرتسری

٨. فتنہ انکار حدیث، حافظ محمد ایوب دہلوی

٩. فتنہ انکار حدیث، رشید احمد مفتی

١٠. فتنہ انکار حدیث اور اس کا پس منظر، محمد عاشق الہی

١١. کتابت حدیث، منۃ اللہ رحمانی

١٢. یہودی سازش اور فتنہ انکار حدیث، انعام اللہ جان

١٣. تاریخ تدوین حدیث، محقق علامہ عبد الرشید نعمانی

14. کتابت حدیث عہد رسالت اور عہد صحابہ میں، مفتی اعظم

۱۵. سنت کا مقام اور فتنہ انکار حدیث، مفتی رفیع عثمانی

16. سنت کی ائینی حیثیت، مولانا سید ابو الاعلی مودودیؒ

۱۷. حجیت حدیث، مولانا ادریس کاندھلویؒ

۱۸. حجیت حدیث، مفتی محمد تقی عثمانیؒ

۱۹. فتنہ انکار حدیث، مفتی ولی حسن ٹونکی

۲۰. منکرین حدیث کے شبہات اور ان کا رد، پروفیسر سعید مجتبی سعیدی

۲۱. منکرین حدیث کی مغالطہ انگیزیوں کے علمی جوابات، جلال الدین القاسمی

۲۲. انکار حدیث کا نیا روپ، غازی عزیر

۲۳. انکار حدیث سے انکار قرآن تک، عبد السلام رستمی

۲۴. تحفہ منکرین حدیث، ابو واقد طاہر احمد

اختتامیہ

اس تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ فتنۂ انکارِ حدیث کوئی نیا فتنہ نہیں بلکہ قدیم باطل نظریات کی جدید شکل ہے۔ آج منکرینِ حدیث نے عقل پرستی، غلط تعبیرات اور سوشل میڈیا کے ذریعے ایسے اسالیب اختیار کیے ہیں جن سے عوام میں شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ مگر دلائل ثابت کرتے ہیں کہ حدیث و سنت قرآن کی عملی تشریح اور دین کا بنیادی ماخذ ہیں، جن کے بغیر شریعت کا صحیح فہم ممکن نہیں۔

تحقیق سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ حدیث کی حفاظت شروع دور سے نہایت مضبوط بنیادوں پر ہوئی اور جدید اعتراضات علمی حقیقت سے خالی ہیں۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ امت خصوصاً نوجوان نسل کو صحیح علم، معتبر مصادر اور سنتِ نبوی ﷺ کی اصل روح سے روشناس کرایا جائے تاکہ اس فتنہ کا علمی و فکری سدّباب ہو سکے۔

حوالہ جات

1. مفتی محبوب الرحمن حقانی، تسہیل اصول الحدیث(پشاور: مکتبہ عمر فاروق،2016ء)،۲۱

2. ڈاکٹر عبد الرؤف ظفر، علوم الحدیث(لاہور: قدوسیہ اسلامک پریس،2006ء)،۳۱

3. ڈاکٹر صبحی صالح، علوم الحدیث(لاہور: اسلامی اکادمی،1989ء)،۱۳۸

4. ڈاکٹر عبد الرؤف ظفر، علوم الحدیث، ۳۰

5. مفتی محبوب الرحمن حقانی، تسہیل اصول الحدیث، ۲۴

6. سورۃ النحل: 44:16

7. غازی عزیر، انکار حدیث کا نیا روپ(لاہور: مکتبہ قدوسیہ،2009ء)، ۲۳۴

8. سورۃ النساء، 4:82

9. سلیمان بن الاشعث السجستانی، سنن ابو داؤد، کتاب السنہ، باب فی لزوم السنہ (اسلامی کتب خانہ)، حدیث:4604، 2:287

.10 امام ابی عیسی محمد بن عیسی بن سورہ ترمذی، جامع ترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی الحث علی تبلیغ السماع،(لاہور: مکتبہ الحسن)، حدیث:2658، 2:550

.11 محمد اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب اداء الخمس من الایمان، حدیث:53، 1:13

.12 غازی وزیر، انکار حدیث کا نیا روپ، ۲۱۹

.13 القرآن:2:83

.14 پروفیسر سعید مجتبی سعیدی، منکرین حدیث کے شبہات اور انکارد(سیالکوٹ: مکتبہ الرحمانیہ، 2009ء)، ۱۷

.15 القرآن:16 :44

.16 سید ابوالاعلی مودودیؒ، سنت کی آئینی حیثیت(لاہور: اسلامک پبلیکیشنز1997ء)، ۸۱

.17 سورۃ النجم:53:4

.18 سورۃ الحشر:7

.19 سورۃ النساء:165

.20 سورۃ بنی اسرائیل:15

.21 سورۃ النساء:115

.22 سورۃ الاحزاب:21

.23 شیخ عبدالسلام رستمی، انکار حدیث سے انکار قرآن تک(دارالسلام)، ۱۹۱

.24 سید ابوالاعلی مودودیؒ، سنت کی آئینی حیثیت، ۳۴۳

.25 محمد سعد صدیقی، علم حدیث اور پاکستان میں اس کی خدمت(قائداعظم لائبریری: شعبہ تحقیق، 1988)، ۱۳۷

.26 مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الزھد، باب التثبت فی الحدیث،2:414

.27 امام ابی عیسی محمد بن عیسی بن سورہ ترمذی، جامع ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی الرخصۃ فیہ،(لاہور: مکتبہ الحسن)، حدیث:6666،2:552

.28 محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب العلم، باب کتابۃ العلم، حدیث:112،1:22

.29 مفتی محبوب الرحمن حقانی، تسہیل اصول الحدیث،156

.30 حضرت علامہ سید مناظر احسن گیلانی، تدوین حدیث،(لاہور: المیزان ناشران وتاجران کتب،2005ء)،276

.31 حضرت امام احمد بن حنبل، مسند احمد بن حنبل (مکتبہ رحمانیہ) 1:۲۷۵

.32 علامہ سید مناظر احسن گیلانی، تدوین حدیث، 401

.33 حضرت امام احمد بن حنبل، مسند احمد (لاہور: مکتبہ رحمانیہ) حدیث:630،1:330

.34 محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، حدیث:3611

.35 علامہ سید مناظر احسن گیلانی، تدوین حدیث،406

.36 سورۃ البقرہ:27

.37 ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام (مکتب عاطف الازھر:1968)

.38 ڈاکٹر عبد الرؤف ظفر، علوم الحدیث، فنی، فکری و تاریخی مطالعہ (لاہور: قدوسیہ اسلامک پریس،2006)،۹۸۔۷

.39 مولانا محمد رفیع عثمانی، سنت کا مقام اور فتنہ انکار حدیث (بیت العلوم،1423)،14

.40 پروفیسر سعید مجتبی سعیدی، منکرین حدیث کے شبہات اور انکا رد (مکتبہ الرحمانیہ،2009)،26

.41 امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب السنہ، باب تعظیم حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والتغلیظ علی من عارضہ،1:49

42. مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الزام، باب التثبت فی الحدیث (کراچی: قدیمی کتب خانہ، 1956ء)، 2:414

43. معالم السنن للخطابی، العلم، باب کتا العلم، تحت الحدیث 1450

44. مفتی محبوب الرحمن حقانی، تسھیل اصول الحدیث، 156

45. سورۃ الاعراف: ۱۵۷

46. سورۃ سبا: 28

47. سورۃ آل عمران: 31

48. سورۃ بنی اسرائیل: 12

49. سورۃ النحل: 89

50. سورۃ الانعام: 114

51. سورۃ النحل: 69

52. سورۃ النمل: 23

53. سورۃ العنکبوت: 51

54. سورۃ العنکبوت: 50

55. سورۃ محمد: 33

56. سورۃ النساء: 80

57. سورۃ الحجر: 9

.58 سورۃالانبیاء:7

.59 پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی، منکرین حدیث کے شبہات اور ان کا رد، ۲۷

.60 سورۃالمائدہ:3

.61 حافظ جلال الدین قاسمی، منکرین حدیث کی مغالطہ انگیزیوں کے علمی جوابات (لاہور: مکتبہ افکار اسلامی، 2014)، 4